قرآن مجید کی سائنسی تفسیر

کیا ممکن العمل بھی ہے؟

پروفیسر مستنصر میر / ترجمہ: سید قاسم محمود

[پروفیسر مستنصر میر' ڈائریکٹر سنٹر آف اسلامک سٹڈیز' شعبۂ فلسفہ و مطالعۂ مذاہب' ینگس ٹاؤن سٹیٹ یونیورسٹی' اوہائیو' امریکا کا یہ مقالہ انگریزی جریدے ''اسلام اینڈ سائنس'' کے شمارۂ اوّل' جلد دوم' خزاں ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ کرتے وقت ''سائنٹیفک تفسیر'' کو ''سائنسی تفسیر'' کہا گیا ہے۔ مترجم]

تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ تفسیر نگاری کے شعبے میں متعدد اسالیب تفسیر مسلّمہ حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ تفسیر بالروایت میں جز ِخاص روایت ہے' تفسیر کلامی میں الٰہیات کے مباحث پر زور دیا جاتا ہے' تفسیر فقہی کا تعلق قانونی امور سے ہے' تفسیر نحوی میں انشا اور صرف و نحو کے رموز سے بحث کی جاتی ہے اور تفسیر ادبی میں زبان اور اسلوبِ بیان کے معاملے دیکھے پرکھے جاتے ہیں۔ جہاں تک تفسیر سائنسی کا تعلق ہے' کلاسیکی اسلامی روایت کے بعض رجحانات کو سائنسی کہا جا سکتا ہے' اور بعض ممتاز مسلم مفکرین' مثلاً ابو حامد الغزالی (متوفی ۱۱۱۱ء)' فخر الدین رازی (متوفی ۱۲۰۹ء) اور جلال الدین سیوطی (متوفی ۱۵۰۵ء) کا حوالہ دیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے قرآن کی سائنسی تفسیر کے خیال کی حمایت کی ہے' لیکن تفسیر سائنسی اب تک از روئے تاریخ' مسلّمہ حیثیت اختیار نہیں کر سکی ہے۔ صرف حال ہی میں اسے دوسرے اقسامِ تفسیر کے ہم پلّہ قرار دلانے کے لیے نسبتاً پختہ اور متواتر کاوشیں ہوئی ہیں۔ متعدد زبانوں میں سائنسی تفسیر کے تجربے سامنے آئے ہیں' اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے جن میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ قرآن حکیم میں سائنٹیفک نوعیت کی معلومات یا علم موجود ہے' اور لفظ سائنٹیفک سے وہی مفہوم مراد ہے جو طبیعی علوم میں لیا جاتا ہے۔ ان جدید تفاسیر میں سے سائنسی یا علمی تفاسیر میں سائنسی تفسیر کی ماہیت و وسعت کی عمومی تشریحات سے لے کر مختلف سائنسی موضوعات پر قرآن کی روشنی میں فی موضوع الگ الگ مباحث ملتے ہیں۔(۱)

سائنسی تفسیر کے حق میں دلائل

ہماری تاریخ میں سائنسی تفسیر کے واضح نمونے کی عدم موجودگی کے باعث شبہ پیدا ہوتا ہے کہ سائنسی تفسیر نگاری کا منصوبہ قابل عمل نہیں ہے۔ ماضی میں سائنسی تفسیر کے فقدان کو دیکھتے ہوئے قدرتی طور پر خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی تفسیر کو ہماری روایت کی منظوری اور توثیق حاصل نہیں ہے۔ اس شبہ کا ازالہ مندرجہ ذیل وجوہ سے ہوسکتا ہے:

(۱) جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے اسلام کے کلاسیکی دور میں سائنسی تفسیر نگاری کی روایت مکمل طور پر ناآزمودہ اور غیر مصدقہ نہیں رہی۔

(۲) علم' حقیقی اور ٹھوس ضرورتوں اور تقاضوں کے تحت ارتقا پذیر رہتا ہے۔ مثال کے طور پر جب الٰہیات کے سنجیدہ مباحث و مسائل سے نمٹنے کی ضرورت پیدا ہوئی تو کلامی تفسیر وجود میں آئی۔ آج سائنس کے غلبے اور سائنسی عالمی تناظر کا تقاضا ہے کہ سائنسی تفسیر لکھنے کی طرف توجہ کی جائے۔ ایسی تفسیر عصرِ حاضر کی ضرورت بنتی جا رہی ہے۔

(۳) قرآن خود کو ''کتاب الھدیٰ'' کہتا ہے۔ گویا ''ہدیٰ'' اسلامی نصوص و احکام کے بارے میں ایک بنیادی اور لازمی عنصر ہے۔ قرآن کی ہدایت کو محض چند امور تک محدود کرنا ایک من مانی ہوگی' ورنہ زیادہ معقول نقطۂ نظر یہی ہے کہ قرآن حکیم میں زندگی کے تمام امور و معاملات کے بارے میں ہدایات موجود ہیں' جن سے ظاہر بات ہے کہ سائنسی ہدایات خارج نہیں ہیں۔ مثلاً اگر دلیل کے طور پر کہا جائے کہ قرآن حکیم قانونی وفقہی علم کا سرچشمہ ہے تو یہ قرآن کی مختلف تفاہیم و تفاسیر میں سے صرف ایک طریقہ اور انداز ہے۔ اسی طرح کہا جا سکتا ہے کہ سائنسی طریقہ قرآن فہمی کا ایک اور ممکنہ اور درست طریقہ اور انداز ہے۔(۲)

(۴) متعدد آیاتِ قرآنی میں مظاہرِ قدرت کی گوناگونی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کائنات کے مجموعی نظام' توازن اور قدرت کے مختلف عناصر کے درمیان ہم آہنگی اور دنیا کے مظاہرِ طبیعی کے مابین علت و معلول کے رشتے کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ②﴾ (الفرقان)

''اور پیدا کیا اُس نے ہر چیز کو پھر مقرر کر دی اس کی ایک تقدیر۔''

﴿اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ⑤ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ⑥ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ⑦﴾ (الرحمٰن)

''سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں اور تارے اور درخت سجدہ ریز ہیں۔ آسمان کو اُس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی۔''

﴿اَلَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ③ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ④﴾

''جس نے تہہ بر تہہ سات آسمان بنائے۔ تم رحمٰن کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے۔ پھر پلٹ کر دیکھو کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ' تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی۔''

جنین رحمِ مادر میں جن مختلف مرحلوں سے گزرتا ہے' اُس کی پوری باریک تفصیل مختلف آیات میں ملتی ہے' مثلاً:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ

عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا......﴾ (الحج:٥)

''لوگو! اگر تمہیں حیات بعد ممات کے بارے میں کچھ شک ہے تو (تمہیں معلوم ہو کہ) ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے' پھر نطفے سے' پھر خون کے لوتھڑے سے' پھر گوشت کی بوٹی سے جو شکل والی بھی ہوتی ہے اور بے شکل بھی' تا کہ تم پر واضح کریں کہ ہم جس (نطفے) کو چاہتے ہیں ایک خاص وقت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں' پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں......''

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝﴾ (المؤمنون)

''ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا۔ پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا۔ پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی' پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا' پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں' پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا' پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا۔ سو بڑا ہی بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر تخلیق کرنے والا ہے۔''

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا﴾ (المؤمن:٦٧)

''وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفے سے' پھر خون کے لوتھڑے سے' پھر وہ تمہیں بچے کی شکل میں نکالتا ہے۔''

اسی طرح زوجین کے بارے میں قرآنی تصور کا حوالہ متعدد آیات میں آیا ہے' مثلاً سورۂ یٰسین کی آیت ۳۶ میں ارشاد ہوا:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (یٰسٓ)

''پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے' خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود اُن کی اپنی جنس میں سے یا اُن اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں۔''

ہمارے زیر بحث موضوع سے متعلق مذکورہ آیات اور بے شمار دوسری متعلقہ آیات جن کے بطور مثال حوالے دیے جا سکتے ہیں' جن میں کہیں جزئیات کے ساتھ تفصیل ہے اور کہیں عمومی اشارات' ظاہر کرتی ہیں کہ سائنسی تفسیر نگاری کا امکان واضح اور وسیع ہے۔

مندرجہ بالا دلیلوں کی طرح کی اور بھی دلیلیں قرآن کی سائنسی تفسیر کے حق میں دی جا سکتی ہیں۔ اسلام کے کلاسیکی دور میں الغزالی اور دوسرے دانشوروں نے جو کوشش محدود پیمانے پر کی تھی وہ جدید زمانے میں وسیع پیمانے پر کی جا رہی ہے۔ مثال کے طور پر مصر کے نامور عالم طنطاوی جوہری (متوفی ۱۹۴۰ء) اپنی کثیر جلدی تفسیر

قرآن (۳) میں یہ دلیل لاتے ہیں کہ ہر سائنسی دریافت واکتشاف کا حوالہ قرآن پاک میں موجود ہے۔ حال ہی میں فرانسیسی سرجن' نو مسلم مورس بکائے' جن کو ان کی معروف تصنیف ''بائبل' قرآن اور سائنس'' کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی ہے' وہ لکھتے ہیں:

''بائبل کے برعکس قرآن مجید میں جو علم ہے وہ سائنسی لحاظ سے درست اور معتبر ہے۔ صرف اہل دانش افراد ہی نہیں بلکہ بڑی بڑی تنظیمیں اور حتیٰ کہ حکومتیں بھی قرآن مجید کا مطالعہ اس نقطۂ نظر سے کرنے لگی ہیں کہ اس کتاب میں سائنسی معلومات' علم اور بصیرت موجود ہیں۔''(۴)

چنانچہ متعدد مسلم ملکوں میں قرآن اور سائنس کے باہمی تعلق پر خصوصی کانفرنسیں اور سیمینار منعقد ہوئے ہیں جن میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر مقالات پیش کیے گئے ہیں۔ ان اجتماعات نیز مسلم لٹریچر سے جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ سائنس اور قرآن میں مکمل ہم آہنگی ہے۔

سائنسی تفسیر کے خلاف دلائل

ایک عام اور بڑی دلیل تو یہی ہے کہ قرآن کوئی سائنس کی کتاب نہیں ہے۔ سائنسی تفسیر کے نکتہ چیں ابواسحاق الشاطبی (متوفی ۱۳۸۸ء) کے حوالے سے محمد حسین الذہبی لکھتے ہیں کہ:

''قرآن مجید طب' فلکیات' جیومیٹری' کیمیا یا جادو ٹوٹکوں کی گائیڈ بک کے طور پر نہیں بھیجا گیا' بلکہ ''کتاب الہدیٰ'' کے طور پر نازل کیا گیا ہے تاکہ انسانیت کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف رہنمائی کرے''۔ ﴿يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾(۵)

سائنسی تفسیر کے حق میں سورۃ الانعام کی آیت ۳۸ کا اکثر حوالہ دیا جاتا ہے:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ﴾

''ہم سے کوئی ایک بھی چیز الکتاب میں نہیں چھوٹی''۔

لفظ ''فرط'' کے لغوی معنی ہیں فراموش کر دینا' نظر انداز کر دینا' تخمینے اور اندازے میں شامل نہ رکھنا۔ لیکن ذہبی کہتے ہیں کہ اس آیت کی تشریح کرتے وقت یہ مراد نہیں لینا چاہیے کہ قرآن میں علم کی ہر قسم کی پوری تفاصیل و جزئیات درج ہیں' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ان تمام اُمور و معاملات کے بارے میں عام اصول بتائے گئے ہیں جن کا جاننا انسان کے لیے ضروری ہے اور جن پر عمل کرنے سے انسان جسمانی و روحانی تکمیل حاصل کر سکتا ہے۔ ذہبی مزید لکھتے ہیں کہ:

''اس آیت میں انسانوں کے غور و فکر کے لیے دروازہ کھلا رکھا گیا ہے' تاکہ وہ کسی خاص عہد میں مختلف علوم کی زیادہ سے زیادہ حد تک تشریح و تفسیر کر سکیں۔ جہاں تک اُن آیاتِ قرآنی کا تعلق ہے جو قدرتی اور وجودی مظاہر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اُن کا مفہوم و منتہیٰ انسانی عقل و شعور کی ایسی تربیت و رہنمائی ہے جس کی بنا پر ایسے مظاہر کے مشاہدے سے اخلاقی سبق اخذ کیے جا سکیں''۔

سائنسی تفسیر کا تصور اس وجہ سے بھی قابل عمل نہیں ہے کہ سائنس تغیر پذیر ہے جبکہ قرآن اٹل اور ناقابل تغیر

ہے۔لہٰذا قرآن کی تفسیر سائنس کی روشنی میں کرنا انتہائی غلط بات ہے' کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ صرف سائنسی اکتشافات ہی نہیں' سائنسی اصول ونظریے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ آج کا مسلّمہ نظریہ کل متروک ہو جاتا ہے۔ سائنسی تفسیر کے حق میں شائع ہونے والے لٹریچر کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض آیات کی تشریح میں سو سال پہلے جن سائنسی نظریوں کا حوالہ دیا جاتا تھا اب اُن کے حوالے سے احتراز کیا جاتا ہے کیونکہ وہ متروک ہو چکے ہیں۔ سو تعجب کی بات نہیں کہ سو سال کے بعد قرآن کی جو سائنسی تفسیریں لکھی جائیں گی اُن میں آج کے سائنسی نظریوں کے حوالے نہیں دیے جائیں گے۔

سائنسی تفسیر کے نام پر جو حقیقی تفسیر کی جاتی ہے وہ بھی سائنسی تفسیر پر اعتماد بحال نہیں کر پاتی۔ اوّل' اس لیے کہ سائنسی تفسیر کے حدود کے بارے میں جو دعاوی کیے جاتے ہیں' بلند آہنگ اور مبالغہ آمیز ہیں۔ مثال کے طور پر افضل الرحمٰن صاحب کی انگریزی تصنیف Quranic Sciences کی فہرست مضامین پر سرسری نظر ڈالنے سے مصنف کا یہ عندیہ معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید اُن کے نزدیک گویا ان تمام طبیعی ومعاشرتی سائنسوں سے تعلق رکھتا ہے جو عصر حاضر کی کسی یونیورسٹی کے نصاب میں شامل درس وتدریس ہے: فلکیات' طبیعیات' کیمیا' نباتیات' حیوانیات' ارضیات' جغرافیہ' بشریات' عمرانیات' معاشیات' نفسیات وغیرہ۔ افضل الرحمٰن صاحب نے تو' مثلاً سورۃ الم نشرح کی پہلی تین آیات کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیات اسلامی تہذیب کے دورِ اول میں طب جراحی اور تشریح الابدان کے علم کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ متعلقہ آیات یہ ہیں:

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝١ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝٢ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝٣﴾

''(اے نبی ﷺ!) کیا ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لیے کھول نہیں دیا؟ اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ اتار دیا جو تمہاری کمر توڑے ڈال رہا تھا۔''

اسی طرح سورۂ قٓ کی آیت ۲۲ کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں: مسلمان سائنس دانوں کو اس آیت نے علم امراض چشم کی تحقیق کی تحریک کی ہوگی۔ آیت یہ ہے:

﴿لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝٢٢﴾(قٓ)

''اس چیز کی طرف سے تو غفلت میں تھا' ہم نے وہ پردہ ہٹا دیا جو تیرے آگے پڑا ہوا تھا پس آج تیری نگاہ خوب تیز ہے۔''

دوم' اس لیے کہ نام نہاد ''سائنٹیفک آیات'' کی تشریح بھی محتاجِ تشریح رہتی ہے۔ مثال کے طور پر ''سائنسی تفسیر'' کے حق میں سب سے زیادہ جن آیات کا حوالہ دیا جاتا ہے اُن میں سے ایک سورۃ الانبیاء کی آیت ۳۰ بھی ہے:

﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ﴾

''کیا ان کفر کرنے والوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین دونوں بند ہوتے ہیں پھر ہم ان کو کھول دیتے ہیں۔ اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا۔''

اس آیت کا حوالہ یہ ثابت کرنے کے لیے دیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں ''بگ بینگ تھیوری'' کی پیش گوئی کر دی گئی ہے' لیکن آیت کا سیاق اس تشریح کے خلاف ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے اپنی تفسیر تدبر قرآن میں سابقہ آیت اور آنے والی آیت کے مضمون کو ملا کر بتایا ہے کہ اس آیت سے توحید اور معاد کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس آیت کی تشریح میں مولانا اصلاحی کے اصل الفاظ یہ ہیں:

> ''رتق کے معنی بند اور فتق کے معنی کھولنے کے ہیں۔ آسمان اور زمین کے بند ہونے اور ان کے کھولنے سے مقصود یہاں اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ دیکھتے ہو کہ آسمان بند ہو جاتا ہے' اس سے بارش نہیں ہوتی۔ اسی طرح زمین بند ہوتی ہے' اس سے سبزہ نہیں اُگتا۔ پھر دیکھتے ہو کہ آسمان کھلتا ہے اور اس سے دھڑا دھڑ پانی برسنے لگتا ہے اور اس کے بعد خدا زمین کو بھی کھول دیتا ہے اور وہ اپنی نباتات کے خزانے اگلنا شروع کر دیتی ہے۔ کل تک زمین بالکل خشک اور مردہ پڑی ہوئی تھی' لیکن بارش کے ہوتے ہی اس کے گوشے گوشے میں پانی کے آثار نمودار ہو گئے۔ فرمایا کہ جو لوگ توحید و معاد کا انکار کر رہے ہیں اور قائل ہونے کے لیے کسی نشانی کا مطالبہ کر رہے ہیں' آخر وہ آفاق کی ان نشانیوں پر کیوں غور نہیں کرتے جو ہر روز اُن کے مشاہدے میں آ رہی ہیں۔ اللہ نے اپنی اس کائنات میں یہ نشانیاں اسی لیے تو نمایاں فرمائی تھیں کہ لوگوں کو ان سے صحیح راہ کی طرف راہنمائی حاصل ہو۔''

سوم' اس لیے کہ وحی اور سائنس میں مطابقت دکھانے کی کوشش دوسرے مذاہب بالخصوص عیسائیت کے دانشور بھی کرتے رہے ہیں۔ عیسائی مصنفین نے ایسی بے شمار کتابیں لکھی ہیں جن میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جدید سائنس بائبل کے ایک ایک حرف کو ثابت کرتی ہے اور توقع کے مطابق عیسائی مصنفین نے مسلم مصنفین کی قرآن اور سائنس میں ہم آہنگی ثابت کرنے کی کوشش پر تنقید کی ہے۔ مثال کے طور پر ولیم کیمبل نے اپنی تصنیف ''تاریخ اور سائنس کی روشنی میں قرآن اور بائبل''(۶) میں مورس بکائے کے پیش کردہ حقائق و معلومات کو سَراسَر مختلف زاویۂ نظر سے دیکھا پرکھا ہے اور وہ ایسے نتائج پر پہنچا ہے جو بائبل کی حمایت و تائید کرتے ہیں اور قرآن مجید کی حقانیت پر شبہ ڈالتے ہیں۔ سائنٹیفک حقائق و معلومات کو کھینچ تان کر اپنے اپنے مذہب کے مطابق ثابت کرنے کے لیے عیسائی اور مسلمان مصنفین جو جو طریقے اختیار کرتے ہیں اُن کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو بہت دلچسپ لگے گا۔ کم از کم ایک ہی مواد کی مختلف تعبیر و تفسیر سے وحی اور سائنس کو ہم آہنگ کرنے کی مشق کے جواز کے بارے میں کئی سوال پیدا ہوں گے۔

سائنسی تفسیر کے ضمن میں ایک اور اہم حقیقت یہ ہے کہ اس کے اکثر و بیشتر حامیوں کو مفسّر کی حیثیت سے مناسب اعتبار و استناد حاصل نہیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ اپنی اس ''کمزوری'' کے لیے اظہارِ معذرت بھی نہیں کرتے' بلکہ اپنی اس سوچ پر فخر کرتے ہیں کہ سائنسی تفسیر پیش کرنے والے کے پاس دو انتہائی اہم قابلیتوں کا ہونا کافی ہے: ایک تو سائنسی اکتشافات کی کچھ نہ کچھ معلومات رکھنے کی قابلیت اور دوسرے سائنسی اکتشافات کو آیاتِ قرآنی سے ہم آہنگ کرنے بلکہ ان سے اخذ کرنے کی قابلیت۔ سائنسی تفسیر کے ضمن میں ایک اور قابل ذکر حقیقت یہ ہے کہ اس کے لکھنے کی حوصلہ افزائی عموماً سرکاری سرپرستی میں کی جاتی ہے۔ ان دونوں حقیقتوں کا

امتزاج دنیائے اسلام میں حکومتوں کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں دیکھنے میں آتا ہے۔ ان سرکاری تقریبات میں جن کی صدارت کے فرائض عموماً صدر مملکت یا وزیر مذہبی امور انجام دیتے ہیں "فاضلانہ اور محققانہ مقالات" بڑے بڑے بیوروکریٹ اور افسرانِ بالا پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتے ہیں جن کی اپنی زندگی فضل و تحقیق سے یکسر محروم ہوتی ہے۔ مذکورہ حقائق کی مثال ایسی ہے جیسے صحرا میں سیلاب۔ یہ نہ تو کسی ٹھوس روایت سے پیدا ہوتے ہیں اور نہ کوئی نئی روایت قائم کرتے ہیں۔

تجزیہ و تبصرہ

قرآن مجید کی سائنسی تفسیر کے ممکن العمل ہونے کے ضمن میں اپنے خدشات و شبہات اوپر بیان کر چکا ہوں۔ میرے شبہات کے باوجود میرا خیال ہے کہ اصولاً ایسی تفسیر ناممکن العمل نہیں ہے۔ میرے اس خیال کی تین وجوہ ہیں:

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، متعدد آیاتِ قرآنی میں ایسے مظاہر کے حوالے موجود ہیں، جو "سائنسی" تفسیر و تعبیر کے لیے کافی امکانات رکھتے ہیں۔ جس طرح ایک قانون دان جب قرآن کا مطالعہ کرتا ہے تو قدرتی طور پر ایسی آیات پر زیادہ توجہ دیتا ہے جو قانون سازی سے متعلق ہیں اور پھر ان کے مضمرات پر غور و فکر کرتا ہے، اسی طرح جب ایک ماہر حیاتیات قرآن مجید کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ مسائل حیات مثلاً رحم میں پلنے والے جنین کے ارتقائی مراحل سے متعلق آیات پر زیادہ دلچسپی اور سنجیدگی سے توجہ دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قانون دان کی دلچسپی اپنی جگہ حیاتیات دان کی دلچسپی اپنی جگہ۔ ایک کی دلچسپی کو دوسرے کی دلچسپی پر تفوق حاصل نہیں ہے۔ لسانی نقطۂ نظر سے یہ عین ممکن ہے کہ ایک لفظ یا جملے یا بیان کے معنی کی کئی تہیں ہوں۔ ایک تہہ ایک خاص عہد میں لوگوں کے لیے بامعنی ہو جبکہ آنے والے کسی اور عہد میں پہلی تہہ کی نفی کیے بغیر لوگوں کے لیے کوئی اور تہہ بامعنی اور بامقصد ہو۔ مثال کے طور پر لفظ "سَبَحَ" کو دیکھیے۔ اس کے معنی ہیں تیرنا۔ سورۃ الانبیاء کی آیت ۳۳ میں یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝﴾

"اور وہی تو ہے جس نے پیدا کیا رات کو اور دن کو اور سورج کو اور چاند کو۔ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔"

لفظ "يَسْبَحُوْنَ" ساتویں صدی کے عربوں کے لیے بھی ایک خاص معنی رکھتا تھا جو عریاں آنکھ سے مظاہر قدرت کا مشاہدہ کرتے تھے، اور آج ہمارے لیے بھی یہ لفظ جدید سائنسی نظریات و اکتشافات کی روشنی میں ایک خاص معنی رکھتا ہے۔

ممکن ہے کہ سائنسی تفسیر کے ممکن العمل نہ ہونے کی وجہ اس منصوبے کی قدرتی تحدیدات ہوں لیکن درحقیقت بڑی وجہ یہ ہے کہ اب تک قرآن مجید کی کوئی قابل اعتماد سائنسی تفسیر نہیں لکھی گئی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مستقبل میں سائنسی تفسیر نہیں لکھی جا سکتی۔ تصوف کو اسلام کے بڑے دھارے میں جذب ہونے میں کئی صدیاں لگ

گئی تھیں۔ تصوف کی طرح سائنسی تفسیر کو بھی اپنے غزالی کا انتظار کرنا ہوگا اور بالآخر یہ ٹھوس بنیادوں پر استوار ہو کر ایک حقیقت بن جائے گی اور آج جو لوگ اسے ناممکن العمل ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کل اُن کی حالت وولٹیئر کی کہانی Zadig کی اس طبیب کی سی ہو کر رہ جائے گی جو ہیرو کی آنکھ کے پھوڑے کا علاج کرنے سے قاصر رہا لیکن جب وہ پھوڑا خود بخود ٹھیک ہو گیا تو اُس نے کتاب لکھی جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ پھوڑے کی یہ صحت یابی طبی نقطہ نظر سے درست نہیں تھی۔

مقالے کو ختم کرنے سے پہلے مشاہدے پر مبنی چار نکات پیش کرنا چاہتا ہوں:

(۱) سائنسی تفسیر کی تائید وحمایت میں دو محرکات پوشیدہ ہیں۔ پہلا محرک جو نوعیت کے لحاظ سے منفی ہے یہ ظاہر و ثابت کرنے کی خواہش ہے کہ قرآن اور سائنس میں کوئی باہمی کشمکش نہیں ہے۔ دوسرا محرک جو نوعیت کے لحاظ سے مثبت ہے' اعجاز القرآن کو ظاہر و ثابت کرنے کی خواہش ہے' یعنی یہ ثابت کرنے کی خواہش کہ بالآخر قرآن میں قابل تصدیق سائنسی معلومات کی موجودگی قرآن کو منزل من اللہ قرار دے گی کیونکہ ایسی کتاب وحی الٰہی سے ہی ظہور میں آسکتی ہے۔ یہ دونوں محرکات اپنے آخری نتیجے میں ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں۔ یہاں میں ہر رُخ کی الگ الگ جھلک دکھانا چاہوں گا۔

کلامِ الٰہی اور سائنسی اکتشافات کے درمیان موافقت و مطابقت پیدا کرنے کا منصوبہ از روئے تعریف دفاعی نوعیت کا منصوبہ ہے۔ وحی اور عقل میں موافقت پیدا کرنے کی ایسی ہی ذہنی ورزش پہلی مرتبہ مسلمان مفکروں نے عباسیوں کے عہد میں اختیار کی تھی جب وہ یونانی فلسفے کو اسلامی عقائد سے ہم آہنگ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس زمانے میں بحث مباحثے کا میدان الٰہیات تھا آج سائنس ہے' لیکن ذہنی ورزش کی نوعیت بالکل ویسی ہی ہے۔ جدید سائنس نے جو چیلنج بنیادی طور پر عیسائیت کو دیا تھا آج وہ تمام مذاہب کو بلکہ روحِ مذہب کو دیا جا رہا ہے۔ مسلمان اس چیلنج کی نوعیت و ماہیت کو سمجھیں یا نہ سمجھیں' لیکن اس کی قوت و طاقت کو پوری شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ بعض مسلمانوں کا خیال یہ ہے کہ اسلام کا مناسب دفاع یہ ثابت کرنے میں ہے کہ قرآن اور سائنس میں کوئی کشمکش نہیں ہے بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر یہ ثابت کرنے میں کہ قرآن پہلے ہے اور جدید سائنس بعد میں۔

جہاں تک اعجاز القرآن کا تعلق ہے میرے خیال میں اسے برحق ثابت کرنے کی کوششیں اصولاً غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ اعجاز القرآن کے تصور نے مسلمان دانشوروں کو نسلاً بعد نسلٍ مسحور کیے رکھا ہے جس کے نتیجے میں بے شمار کتب اعجاز القرآن کے اثبات میں وجود میں آئی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ خود قرآن نے بالکل ابتدا میں منکرین عرب کو جو چیلنج دیا تھا کہ اگر وہ اس کتاب کو کلامِ الٰہی ماننے کے لیے تیار نہیں تو وہ اس جیسا کلام بنا کر دکھائیں اور جب منکرین قرآن کلام پیش کرنے سے قاصر رہے تو اعجاز القرآن ثابت کرنے کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا اور ہر نئے دور میں یہ باب از سر نو کھولنے کی ضرورت نہ رہی۔ یہ نظریہ کہ وقت کے ساتھ ساتھ علم میں ہونے والی ترقیاں قرآن کو سچا اور برحق ثابت کر دیں گی' اس مقالے میں پیش کردہ رائے کے خلاف نہیں ہے یعنی یہ کہ قرآن کو تغیر پذیر سائنس کا یرغمال نہیں بنایا جا سکتا۔

(۲) یہ ایک عجیب وغریب حقیقت ہے کہ قرونِ اولیٰ میں جب مسلمانوں نے زبردست سائنسی سرگرمی کا مظاہرہ کیا' اُس وقت جو تفاسیر قرآن لکھی گئیں ان میں بالعموم سائنس کے حوالے موجود نہیں ہیں۔ اس کے برعکس آج جبکہ مسلمانوں کی سائنسی سرگرمیاں زوال پذیر ہیں بہت سے مسلم مفکروں نے اسلامی عقائد کے تحفظ اور ہمدردی کا ذمہ دار سائنس کی ذات میں ڈھونڈ لیا ہے۔ آج سائنسی تفسیر کا سب سے بڑا سہارا جدید سائنس بن گئی ہے' جو اپنی اصلیت اور ترقی کی تاریخ کے باوجود مغربی تہذیب کی پیداوار ہے[۷] اہم اور بنیادی سوال یہ ہے کہ آیا سائنس اخلاقی اقدار کی حامل ہے یا اخلاقی اقدار سے بے نیاز ہے؟ اس امر پر یقین کر لینے کے مضبوط وجوہ اور دلائل موجود ہیں کہ سائنسی کلچر اپنے تصورات میں اور اپنے نفاذ میں بھی اُس تہذیب کے تانے بانے سے جڑا ہوا ہے جس کی یہ پیداوار ہے۔ سائنس کوئی مجرد یا بے چہرہ چیز نہیں ہے' اس کی بنیاد معاشرتی وتہذیبی نظام سے اخذ کردہ چند پیشگی مفروضات پر مبنی ہے۔ سائنس کا ایک کردار' ایک مزاج' ایک تشخص ہے۔ میرا خیال ہے اپنی موجودہ شکل میں سائنسی تفسیر اسلام کے نام پر مغربی سائنس کے رنگ میں رنگی جائے گی۔ بالفاظِ دیگر یہ اپنی اصلیت کی توثیق سے محروم ہو جائے گی۔ ''اصلیت کی توثیق'' سے ہماری مراد ہے تحریک کی اپنی اصلیت' اپنا تناظر' اپنی تنظیم' اپنی تعمیر۔ قرآن کی ''سائنسی تفسیر'' کا معتد بہ حصہ اس تعریف کی میزان پر پورا اُترنے سے قاصر رہے گا۔[۸]

(۳) قرآن میں مذکور سائنسی علم کے بارے میں جو بھی نظریہ اختیار کیا جائے' اس کا قرآن میں مذکور دوسری نوعیت کے علم مثلاً تاریخ کے علم سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔ سورۃ الروم میں ایک مشہور پیشین گوئی کی گئی ہے جو سچی ثابت ہوئی' یعنی یہ کہ: ''رومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گئے ہیں اور اپنی اس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر وہ غالب ہو جائیں گے''۔ قرآن نے ایک خاص پیشین گوئی کی جو سچی ثابت ہوئی' تو اس حقیقت کا یہ مطلب نکالنا درست نہیں کہ قرآن مجید میں مستقبل میں رونما ہونے والے تمام واقعات کے بارے میں اطلاعات ومعلومات دی گئی ہیں۔ کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ قرآن میں طارق بن زیاد کے ہسپانیہ پر حملے (۷۱۱ء)' حطین کے مقام پر صلیبیوں پر صلاح الدین ایوبی کی فتح (۱۱۸۷ء)' یا ۱۹۷۹ء کے ایرانی انقلاب کے حوالے موجود ہیں' جسے عرف عام میں ''علم الاوّلین والآخرین'' کہا جاتا ہے۔ جو معاملہ تاریخ کے ساتھ ہے وہی معاملہ سائنس کے ساتھ ہے۔ اگر قرآن میں مستقبل میں ہونے والے تمام تاریخی واقعات کے بارے میں معلومات کا ذخیرہ نہیں ہے تو مستقبل میں ہونے والے سائنسی اکتشافات وایجادات کے بارے میں بھی معلومات فراہم کرنے کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔

(٤) مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں (یعنی یہ اصول کہ قرآن میں مذکور سائنسی علم کے بارے میں جو بھی نظریہ اختیار کیا جائے اُس کا قرآن میں مذکور دوسری نوعیت کے علم سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے) بجا طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرآن قدرت کے سائنسی مطالعے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ قرآن تاریخ کی کتاب نہیں ہے لیکن مطالعۂ تاریخ کی ترغیب ضرور دیتا ہے۔ یہ بات قانون پر بھی صادق آتی ہے اور دوسرے علوم پر بھی۔ قرآن نہ صرف یہ کہ قانون وضع کرتا ہے یا تاریخی واقعات کی طرف اشارہ کرتا ہے بلکہ ان کی طرف تحریک دیتا

ہے۔قرآن نے اسلام کی ابتدائی نسلوں کو بصیرت اور جوش کے ساتھ تحریک دی جس کی بنیاد پر مسلمانوں نے اپنی ایک مابہ الامتیاز فکری و عقلی روایت قائم کی۔اپنی روایت قائم کرتے وقت مسلمانوں نے اپنے زمانے کے ماحول سے بھی اثرات قبول کیے اور اُس زمانے کے غالب افکار اور فکری تحریکوں سے بھی استفادہ کیا۔میں اس میں کوئی حرج یا عار محسوس نہیں کرتا کہ آج بھی مسلمان اپنے موجودہ فکری ماحول سے' جس کا غالب عنصر سائنس ہے' استفادہ کریں۔اللہ تعالیٰ نے اپنی واضح نشانیوں پر تفکر و تدبر کا جو حکم دیا ہے وہ آج بھی اپنی پوری قوت و شان کے ساتھ موجود ہے:

﴿......وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ (البقرة)

''......اور ہواؤں کی گردش میں اور بادلوں میں جو تابع فرمان بنا کر رکھے گئے ہیں درمیان آسمان وزمین کے' یقیناً ان سب چیزوں میں نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے۔''

﴿يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ (یونس)

''وہ کھول کھول کر بیان کرتا ہے اپنی نشانیاں' ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔''

﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (یونس:١٠١)

''کہو ذرا دیکھو تو کیا کیا نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں۔''

﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ﴾ (العنکبوت:٢٠)

''ان سے کہو! چلو پھرو زمین میں' پھر دیکھو کہ کس طرح ابتدا کی ہے اُس نے خلق کی۔''

﴿اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الجاثیۃ:٣)

''حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں بے شمار نشانیاں ہیں' اہل ایمان کے لیے۔''

آج ضرورت ہے یہ حقیقت تسلیم کرنے کی کہ مشاہدۂ قدرت پر غور و فکر کی جو دعوت قرآن نے مسلمانوں کو دی ہے' مسلمان سنجیدگی سے اس پر عمل کریں۔لیکن پہلے انہیں یہ یقین کر لینا چاہیے کہ کیا وہ عمل کرنے کے لیے مناسب طریقے سے تیار بھی ہیں۔عمل کے لیے تیاری میں کئی باتیں شامل ہیں: علم کی پُرثروت اور دیرپا مسلم روایت کی مکمل آگہی' اس روایت کی تحریم و تکریم کی پاسداری کا عزم اور اُس روایت کے بطون سے علم و حکمت کے تازہ افق پیدا کرنے کا جذبہ[9]۔

سائنسی تفسیر کا منصوبہ کبھی ممکن العمل نہ ہو سکے گا جب تک یہ اپنی اصلیت کی توثیق کی شہادت نہ دے۔

حوالہ جات و حواشی

(١) ایسی جدید تفاسیر میں سے چند یہ ہیں:

☆ خلق السموات والارض فی ستة ایام فی العلم والقرآن از حسن حامد ' تیونس' نشر و توزیع' مؤسسة عبدالکریم بن عبداللہ' ١٩٩٢ء۔

☆ Why I am a Believer' تصنیف: محمد جمال الدین الفندی۔عربی سے ترجمہ: طٰہٰ عمر' نظر ثانی: ایم جی الفندی'

قاہرہ' سپریم کونسل برائے امور اسلامیہ۔

☆ القرآن الحکیم والعلم الحدیث از منصور حسن النبی' قاہرہ۔

☆ من دلائل الاعجاز العلم فی القرآن والسنة النبویه از موسیٰ الخطیب ' قاہرہ' مؤسسة الخلیج العربی' طباعة ونشر' ١٩٩٤ء۔

☆ من الآیات العلمیه از عبدالرزاق نوفل' قاہرہ و بیروت' دار الشروق' ١٩٨٩ء۔

☆ Quranic Sciences از افضل الرحمن' لندن' دی مسلم سکولز ٹرسٹ' ١٩٨١ء۔

☆ قرآن اور سائنس از رضی الدین صدیقی' علی گڑھ' انجمن ترقی اردو ہند۔

(٢) مہدی گلشنی نے لکھا ہے: ''تمام علوم' خواہ الٰہیاتی ہوں یا طبیعی' قربِ خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ جب تک وہ یہ کردار ادا کرتے رہیں گے وہ مقدس و معزز ہیں''۔ بحوالہ کتاب The Holy Quran and the Science of Nature از مہدی گلشنی۔ شائع کردہ: انسٹی ٹیوٹ آف گلوبل کلچرل سٹڈیز' بنگ ہمٹن یونیورسٹی' ١٩٩٩ء۔

(٣) الجواهر فی تفسیر القرآن الکریم المشتمل علی العجائب۔ ٢٦ جلدیں۔ مطبوعہ قاہرہ' مصطفی الباب اللحابی۔

(٤) بائبل' قرآن اور سائنس' نارتھ امریکن ٹرسٹ پبلی کیشنز' انڈیانا پولیس' ١٨٧٨ء۔ اس کے متعدد تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔

(٥) التجاه المنحرفة فی تفسیر القرآن الکریم 'قاہرہ' دار الاعتصام' ١٩٧٦ء' ص ٨٦۔٨٧۔

(٦) ولیم ایف کمبل کی اصل انگریزی کتاب کا نام یہ ہے: The Quran and the Bible in the Light of History and Science (مطبوعہ: اپرڈربی' پنسلوانیا' مڈل ایسٹ ریسورسز' ١٩٨٦ء)

(٧) جیسا کہ ضیاء الدین سردار نے لکھا: ''جدید سائنس واضح طور پر مغربی ہے۔ پوری دنیا میں جہاں جہاں سائنس کو اہمیت حاصل ہے وہ اپنے اسلوب اور طریق کار میں مغربی ہے' سائنس دان کا رنگ اور اس کی زبان خواہ کچھ بھی ہو'' (حوالہ ان کی تصنیف Explorations in Islamic Sciences 'مطبوعہ: لندن و نیویارک' مینسل' ١٩٨٩ء' ص ٦)۔

(٨) ضیاء الدین سردار نے اپنی محولہ بالا کتاب کے صفحات ٩٥ تا ٩٧ میں خاکوں کی مدد سے بطور خلاصہ مغربی سائنس اور اسلامی سائنس کے بڑے بڑے فرق و اختلاف پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''مسلمان سائنس دان کہتا ہے کہ سائنس عقیدے' فہرستِ ترجیحات اور تحقیقات کی سمت سے اس حد تک جڑی ہوئی ہے کہ اب سائنس دان عقیدہ ساز بن گئے ہیں۔''

(٩) ملاحظہ ہو یوسف القرضاوی کے تصورِ اعجاز القرآن کی محتاط قبولیت۔ ان کی تصنیف العقل والعلم فی القرآن الکریم' قاہرہ' مکتبہ وہاب' ١٩٩٤ء' ص ٢٩٢ تا ٢٩٦۔

(بشکریہ: مجلہ ''اقبالیات'')

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا